

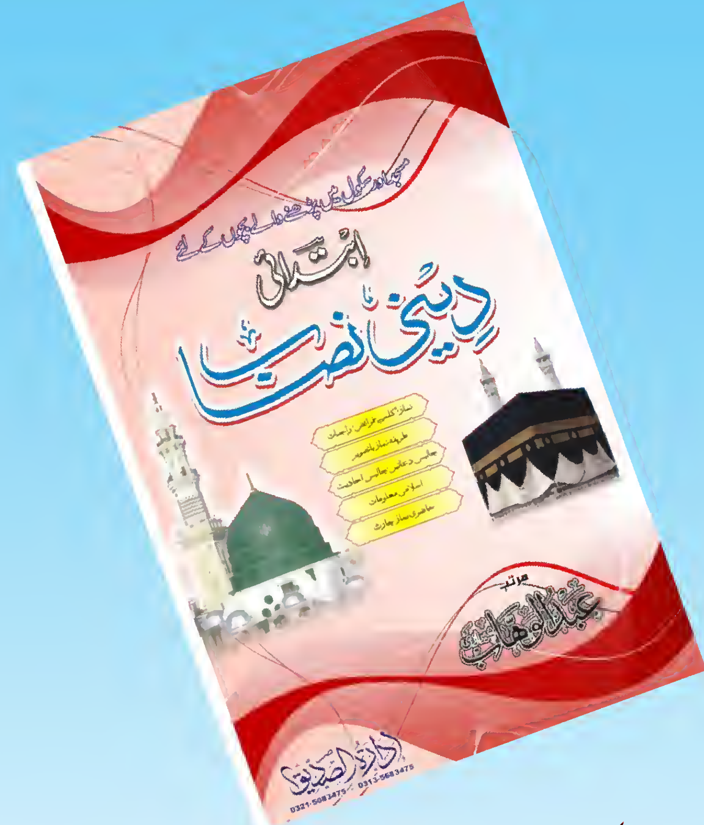
وادی کونش کے علاقہ ''بٹل'' میں سکھوں کے ساتھ خونریز

معرکہ

بقلم ☜ مولانا سید رفیع اللہ شاہ

مرتب ☜ سید عبدالوہاب شیرازی





مساجد و مدارس اور اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لئے ایک خاص ترتیب پر تیار کیا جانے والا ایک بہترین دینی نصاب، جس میں ہر سبق کے ساتھ حاضری کی سہولت، طریقہ وضو اور نماز 4 کلر تصاویر کی مدد سے سمجھایا گیا ہے۔ نماز، کلمے، جنازہ، چالیس دعائیں، چالیس احادیث اور دیگر بنیادی اسلامی معلومات، ایک سال کے لئے نمازوں کی حاضری کا کیلنڈر۔ رنگین صفحات، دیدہ زیب ٹائٹل۔ ملک بھر کے کئی دینی اداروں اور اسکولوں کے نصاب میں باقاعدہ شامل ایک بہترین کتاب۔

0321-5083475 - 0313-5683475

کتاب شائع کرنے کی اجازت عام ہے

نام کتاب	معرکہ
بحکم	مولانا سید رفیع اللہ شاہ
مرتب	سید عبدالوہاب شیرازی
ناشر	ادارۃ الصدیق
اشاعت	2013
قیمت	50

کتاب حاصل کرنے کے لئے ان نمبرز پر رابطہ فرمائیں

03015729927 - 0321-5083475 - 0322-2984599

شعبہ نشر و اشاعت

ادارۃ الصدیق

اسلام آباد

Email: sherazi313@gmail.com

www.facebook.com/Nukta313

urdubookdownload.wordpress.com

گذارش

اپنے علاقے کے اھم اور تاریخی واقعات سے واقفیت حاصل کرنے اور نئی نسل کو یاد دھانی کرانے کے لئے اس کتاب کی واجبی سی قیمت کی ادائیگی آب کے لئے صدقہ جاریہ بنے گی، لہٰذا خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو خرید کر تحفہ کریں، اگر ممکن ھو تو مزید بھی تعاون کریں تاکہ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ شائع کر کے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچایا جائے۔

شھدائے بالاکوٹ کے مزار پر حکومت پاکستان کے سیکرٹری فضل احمد کریم نے ایک نظم کہی تھی جو ھدیہ قارئین ہے

نظم

مجاہدان صف شکن بڑھے جو نذرِ جاں لئے		تو موت باادب بڑھی حیاتِ جاوداں لئے
یہ وہ ہیں جن کے عمر بھر قدم نہ ڈگمگا سکے		مصیبتوں نے بارہا ہزارا امتحاں لئے
یہ سخت کوش وسخت جاں عجب پیام دے گئے		کہ زندگی ہے بامزہ اگر ہے تلخیاں لئے
جلال بھی جمال بھی عجیب ان کی شاں لئے		نظر میں بجلیاں لئے نفس میں گلستاں لئے
جہاں بھی سر جھکا دیا وہیں پہ عرش آ گیا		یہ سجدہ شہید ہے جبیں میں آستاں لئے
یہ سید شہید، یہ مجاہداں لئے		کہ جیسے ماہتاب ہو جلو میں کہکشاں لئے
مجاہدانِ باصفا کی پیشوائی کیلیۓ		ملائکہ اُتر رہے ہیں مژدہ جِناں لئے
عقیدت وخلوص کے یہ چند پھول نذر ہیں		کھڑا ہے فضل حقیر ارمغاں لئے

فضل احمد کریم

قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے بالاکوٹ میں فرمایا تھا دارالعلوم کی بنیاد یہاں عمارت دیوبند میں ہے۔

از: مولانا سید رفیع اللہ شاہ

مرتب: سید عبدالوہاب شاہ

تخریج: سرگزشت مجاہدین

پیش لفظ

جو قوم اپنی تاریخ کو بھلا دے وہ اپنے مستقبل کو تاریک کر بیٹھتی ہے اس لئے اپنی تاریخ سے واقفیت حاصل کرنا بہت ضروری ہے، تاریخ کئی سبق سکھاتی بھی ہے اور مردہ دلوں کو زندہ بھی کرتی ہے، یہی تاریخ ہے جو گیدڑوں کو شیر بھی بنا دیتی ہے۔ بدقسمتی سے آج مسلمان اپنی تاریخ سے ناواقف ہو چکا ہے۔ ایک طرف تو لوگوں میں کتابیں پڑھنے اور مطالعہ کا شوق ختم ہو گیا ہے اور دوسری طرف رہی سہی کسر ہمارے دشمنوں نے نصاب سے تاریخ کے اسباق کو آہستہ آہستہ نکال کر پوری کر دی ہے۔ چنانچہ آج اگر آپ کسی سے یہ پوچھیں کہ خلافت کیا چیز؟ خلافت کا مکمل خاتمہ کب ہوا؟ اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگ بھی ان آسان سے سوالوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ بے حسی کا یہ عالم ہے کہ ہم مسلسل ایک گناہ میں اپنا لمحہ لمحہ گزار رہے ہیں لیکن ہمیں اس کا احساس تک نہیں۔

سب سے عجیب بات یہ کہ سکولوں کالجوں کو تو چھوڑیں ہمارے دینی مدارس میں بھی تاریخ کا کوئی مضمون باقاعدہ نصاب میں شامل نہیں ہے، جو طالبعلم خود مطالعہ کا شوق رکھتا ہو وہ تو کچھ نہ کچھ تاریخ کا مطالعہ کر لیتا ہے باقی کوئی بھی یہ تک نہیں جانتا کہ ہمارے اسلاف نے کیا کیا قربانیاں دیں؟

وادی کونش میں سید بادشاہ کے قافلہ کے مجاہدین کے کارناموں کے حوالے سے ''غلام رسول مہر'' نے اپنی کتاب ''سرگزشت مجاہدین'' میں کچھ تذکرہ کیا ہے، جسے وادی کونش کی معروف شخصیت حضرت مولانا سید رفیع اللہ شاہ صاحب نے الگ سے شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے کئی مرتبہ مجھے حکم دیا کہ اس حوالے سے ہمیں کچھ کام کرنا چاہیے، چنانچہ میں نے اسے کمپوز کر کے کتابی شکل دی اور اہم مقامات کی سیٹلائٹ تصاویر بھی لگا کر پرنٹ کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کیا، پہلے تو ارادہ یہ تھا کہ اس کی فوٹو کاپیاں کر کے سارے علاقے میں تقسیم کیا جائے گا تا کہ لوگوں کو اپنے علاقے میں سید بادشاہ کے قافلے کے مجاہدین کے کارناموں کا علم ہو سکے، لیکن بعد میں اسے کتابی

شکل میں شائع کرنے کا پروگرام بن گیا۔ چنانچہ مولانا سید رفیع اللہ شاہ صاحب نے مجھے حکم دیا کہ وہ تصاویر صاف نہیں ہیں ہمیں کیمرے سے تصاویر لے کرانہیں اس کتاب میں شامل کرنا چاہیے، میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے تقریبا آٹھ مہینے تک وادی کونش نہ جاسکا البتہ 8 اگست 2013ء کو عید کے موقع پر وادی کونش جانے کا پروگرام بن گیا، چنانچہ عید کے تیسرے یا چوتھے دن ہم اس مہم پر روانہ ہوئے۔

جب میں بٹل پہنچا تو مولانا رفیع اللہ شاہ صاحب اور ان کے صاحبزادے مولانا قاسم شاہ وہاں پہنچ گئے چنانچہ ہم تین افراد تصاویر لینے کے لئے سب سے پہلے اس مقام پر پہنچے جہاں معرکے میں شہید ہونے والے تقریبا پچپن شہداء کو دفنایا گیا تھا۔ چونکہ غلام رسول مہر نے اپنی کتاب میں صرف جگہوں کے نام لکھے ہیں اصل مقامات کی وضاحت نہیں کی اور کئی نام اب متروک بھی ہو چکے ہیں اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے ان تمام مقامات کا تعارف اور لوکیشن بتا دوں تا کہ کتاب پڑھنے والوں کو آسانی کے ساتھ سمجھ آئے کہ کس جگہ مجاہدین کا مرکز تھا اور کس جگہ وہ چور پہرے بٹھاتے تھے اور کہاں سے حملہ ہوا وغیرہ۔

شہداء کا مدفن اور سکھوں کا قلعہ

بٹل دوراہا سے ایک سڑک بٹگرام کی طرف نکل جاتی ہے جبکہ دوسری سڑک بٹل منڈی بازار کی طرف جاتی ہے، اس منڈی بازار والی سڑک پر آپ تقریبا دوسو میٹر آگے چلیں تو موڑ میں ایک نالہ آتا ہے، اس نالے کے کنارے ایک لکڑی کا کام کرنے والوں کی بہت پرانی دکان (آرا مشین) ہے، آپ منڈی کی طرف جانے کے بجائے سڑک چھوڑ کر اس دکان کے سامنے سے گزر کر تھوڑا سا آگے جائیں، پھر نالے کو عبور کر کے آگے دیکھیں تو ایک چھوٹا سا قبرستان ہے، اس قبرستان سے گزر کر دائیں طرف اوپر کی جانب چڑھیں تو چند قدم آگے شہداء کا مدفن ایک لمبے درخت کے نیچے آپ کو نظر آئے گا۔

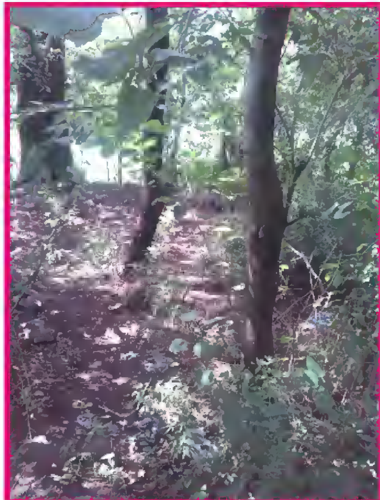
وہاں کے مقامی لوگوں کو اتنا تو معلوم ہے کہ یہاں شہداء مدفون ہیں لیکن کون ہیں کیسے شہید ہوئے اس بارے میں وہ لوگ بالکل لاعلم ہیں۔

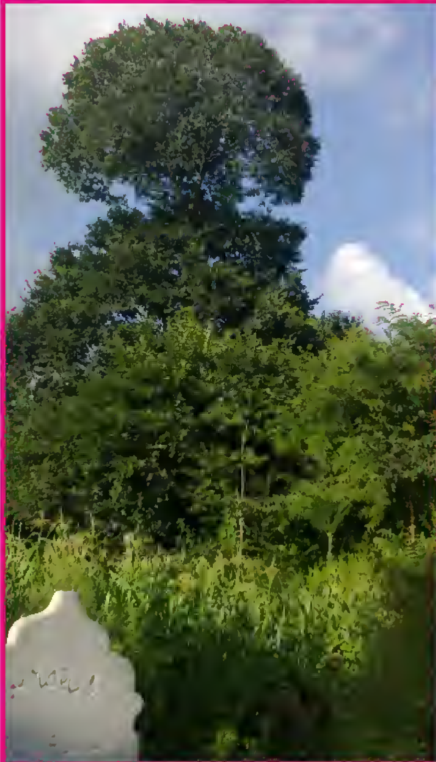




شہداء کا مدفن

اس درخت کے نیچے شہداء مدفون ہیں۔





شہداء کے اس مدفن سے تقریباً 50 میٹر مزید اوپر کی طرف چڑھیں تو آپ کو ایک بڑا بنگلہ نما مکان الگ تھلگ نظر آئے گا جس کے چاروں طرف ''عُنّاب'' کے درخت بکثرت لگے ہوئے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے باڑھ لگائی ہوئی ہو، یہ وہ مقام ہے جہاں مجاہدین اپنا قلعہ بنانا چاہتے تھے لیکن سکھوں نے اس کام میں پہل کر کے یہاں اپنا قلعہ بنا کر تین چار ہزار فوج بٹھا دی۔





چاروں طرف ''عُنّاب'' کے درختوں کی باڑھ لگی ہوئی ہے



پھر اس سے مزید تین چار سو میٹر اوپر جائیں تو بلندی پر ایک ہموار جگہ ہے جہاں کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ اس جنگ میں مجاہدین کے امیر مولانا نصیر الدین منگلوری رحمہ اللہ اس جگہ بیٹھے تھے۔ بہر حال ان مقامات کی تصاویر لینے کے بعد ہم واپس بٹل بازار میں آئے، اب ہماری اگلی منزل مجاہدین کا مرکز ''کوٹ'' تھا۔



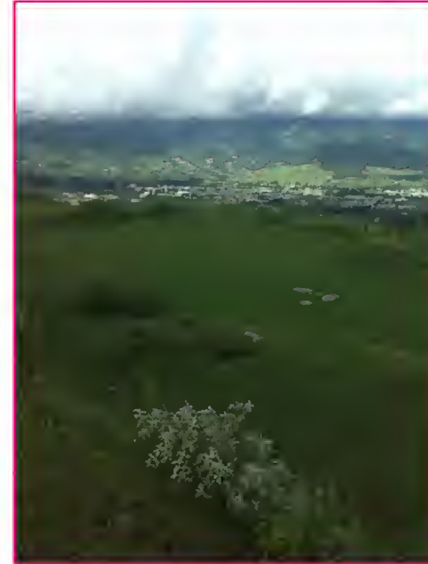
1 بٹل دوراہا 2 آرامشین 3 قبرستان 4 شہداء 5 قلعہ 6 امیر المجاہدین یہاں بیٹھے تھے



مجاہدین کا مرکز ''کوٹ''

کوٹ جانے کے لئے ہم نے بٹل سے ایک کیری ڈبہ کرائے پر لیا یہاں سے ہمارے ساتھ مولانا واجد شاہ، اور مولانا تنویر شیرازی بھی شامل ہو گئے۔ چنانچہ ہماری گاڑی شاہراہ ریشم پر چھتر پلین کی جانب روانہ ہوئی، چھتر کی گلی سے تھوڑا آگے جا کر تبلیغی مرکز کے سامنے سے ایک پختہ سڑک بائیں طرف نکلتی ہے، اس سڑک پر تقریباً ایک یا ڈیڑھ کلومیٹر آگے جا کر ہم نے دائیں طرف نکلنے والی ایک چھوٹی سڑک پر چلنا شروع کیا جو ''بائی'' نامی گاؤں کی طرف جاتی ہے، جہاں یہ سڑک ختم ہوتی ہے وہاں ایک بہت بڑا ''چنار'' کا درخت بھی ہے جس کے نیچے میٹھے پانی کا کنواں بھی ہے وہاں ہم نے گاڑی کھڑی کی اور پیدل ہی پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا تقریباً دس منٹ کی مسافت طے کر کے ہم پہاڑ کی چوٹی پر موجود اس ہموار جگہ پر پہنچ گئے جہاں مجاہدین نے اپنا مرکز قائم کیا تھا۔



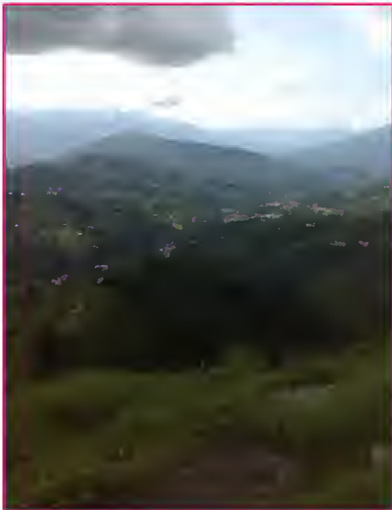


''کوٹ'' جہاں 1834ء میں مجاہدین نے اپنا مرکز بنایا تھا۔ سامنے ''چھتر پلین'' شہر نظر آ رہا ہے۔

یہ انتہائی خوبصورت مقام ہے جہاں سے چاروں طرف سارا علاقہ نیچے نظر آتا ہے، شمال کی طرف بٹگرام، مشرق کی طرف چھتر پلین اور جنوب مشرق کی طرف بٹل بالکل صاف نظر آتا ہے۔

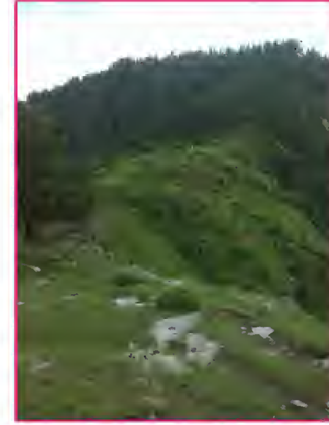






مولانا رفیع اللہ شاہ صاحب نے ٹوٹی ہوئی دیوار کے وہ آثار بھی دکھائے جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہاں مجاہدین نے کوئی عمارت وغیرہ تعمیر کی تھی۔مجاہدین کے اس مرکز سے بٹل کی طرف دیکھیں تو درمیان میں لاچھی منگ کے مقام پر ایک پہاڑی نظر آتی ہے جس پر چور پہرہ ہوا کرتا تھا،اس چور پہرے والے سکھوں کی نقل وحرکت کو دیکھتے تھے اوراس کی اطلاع فورا مرکز کوارسال کرتے تھے۔







① کوٹ مرکز ② لاچھی منگ ③ بٹل ④ باخلہ

پہلا چور پہرہ ''لاچھی منگ''

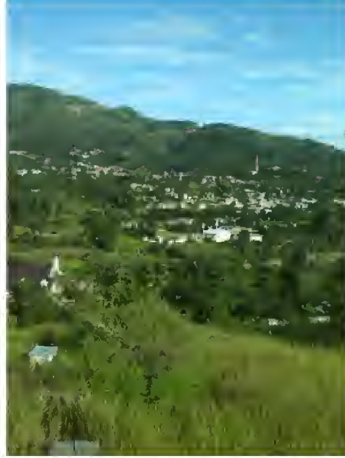
کوٹ سے ہم واپس ''چھتر کی گلی'' پہنچے یہاں سے بائیں طرف اوپر کی جانب ایک چھوٹی سی پختہ سڑک نکلتی ہے یہ سڑک لاچھی منگ کی طرف جارہی ہے چنانچہ ہم اس سڑک پر روانہ ہوئے اور چند منٹ بعد ''لاچھی منگ'' گاوں میں پہنچ گئے، وہاں ہماری ملاقات مسجد کے امام سے ہوئی مولانا رفیع اللہ شاہ صاحب نے ان سے ان معرکوں کے حوالے سے پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، لاچھی منگ میں مجاہدین نے ایک چور پہرہ قائم کیا ہوا تھا جہاں سے بٹل میں سکھوں کے قلعے میں نقل وحرکت پر نظر رکھی جاتی تھی، یہ چور پہرہ کہاں تھا صحیح لوکیشن کا علم ہمیں تو نہیں تھا البتہ ایک دو ایسے مقامات کا ہم نے معائنہ کیا جہاں سے بٹل میں سکھوں کے قلعہ اور دوسری طرف مجاہدین کا مرکز واضح نظر آتے تھے، یہ مقامات بھی کوٹ مرکز کی طرح بلندی پر واقع ہیں اور چاروں طرف کا علاقہ خصوصا بٹل واضح نظر آتا ہے۔



لاچھی منگ میں مجاہدین کے چور پہرے سے بٹل کا منظر

دوسرا چور پہرہ ''باخلہ''

لاچھی منگ میں تصویریں لینے کے بعد ہم دوسرے چور پہرے کے مقام ''باخلہ'' کی طرف روانہ ہوئے، باخلہ بٹل تھانہ سے ذرا چھتر کی طرف ''جاپان سکول'' نامی مقام کے قریب ہے، اس مقام پر مجاہدین کا دوسرا چور پہرہ تھا جہاں سے سکھوں کی نقل وحرکت کو نوٹ کیا جاتا اور مرکز کو اطلاع دی جاتی تھی، اس مقام سے بھی قلعہ واضح نظر آتا ہے۔ باخلہ سے تصویر لینے کے بعد ہم نے تیسرے چور پہرے کے مقام ہروڑی اور سنگل کوٹ جانا تھا، چنانچہ یہاں سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ آگے کا سفر پیدل طے کیا جائے گا۔









لاچھی منگ میں مجاہدین کا ''چور پہرہ'' جہاں سے بٹل قلعہ پر نظر رکھی جاتی تھی۔



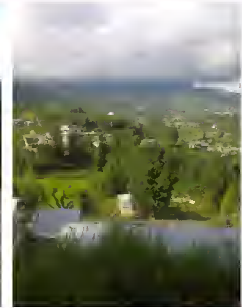


لاچھی منگ میں وہ مقام جہاں سے مجاہدین بٹل پر نظر رکھتے تھے۔

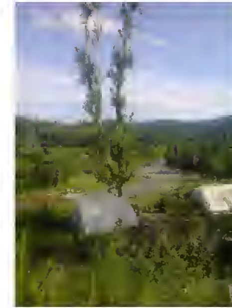
تیسرا چور پہرہ ''ہروڑی''

باخلہ سے ہم ہروڑی کی طرف پیدل ہی روانہ ہوئے، باخلہ سے شاہراہ ریشم پر واقع موڑ سے دائیں طرف پختہ سڑک ہروڑی ،ھکو، سنگل کوٹ کی طرف جاتی ہے، ہم اسی سڑک پر پیدل روانہ ہوگئے، راستہ میں مولانا رفیع اللہ شاہ صاحب اسلاف کے کارنامے اور ان کے اقوال اور اشعار بھی سناتے رہے اور ساتھ ساتھ ہلکا پھلکا مذاق بھی چلتا رہا جس کی وجہ سے یہ سفر بہت یادگار رہا۔ ہروڑی پہنچ کر وہاں کی کچھ تصاویر لی گئیں اور پھر سنگل کوٹ کی طرف روانہ ہوئے۔









سنگل کوٹ

مغرب سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل ہم سنگل کوٹ پہنچ گئے جہاں سب سے پہلے نماز عصر ہم نے انفرادی طور پر ادا کی، اس مسجد کے بارے میں مولانا نے بتایا کہ یہ مسجد بھی مجاہدین کا مرکز رہی ہے، سنگل کوٹ بھی باقی مقامات کی طرح بلندی پر واقع ہے جہاں سے چاروں طرف کا علاقہ نیچے نظر آتا ہے، مجاہدین مختلف کاروائیوں کے لئے آتے جاتے سنگل کوٹ میں بھی ٹھہرتے تھے۔

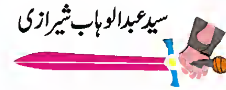






نمازِ عصر کے بعد ہم مولانا رفیع اللہ شاہ صاحب کے گھر چلے گئے، وہاں پر مولانا کے بڑے صاحبزادے سے پہلی بار ملاقات ہوئی، مولانا نے ٹھنڈے پانی چائے بسکٹ، اور پراٹھوں سے ہمارا اکرام کیا۔ یہاں کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد ہم اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوگئے، اس طرح ہمارا یہ مختصر سا سفر جو اہم مقامات کی زیارت پر مشتمل تھا اختتام پذیر ہوا۔ یہاں میں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ تصویریں لینا بھی ایک فن ہے، چونکہ مجھے اس کا تجربہ نہیں ہے اس لئے جیسے تصویریں لینی چاہیے تھیں میں اس طرح تصویریں نہیں لے سکا جس کا احساس بعد میں تصویریں دیکھ کر ہوا، لیکن تصویر اگر اچھی بھی ہو جو لذت اور سرور خود مشاہدہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہ تصویر سے نہیں ہوسکتا اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب کو پڑھنے والا ہر قاری ان تمام مقامات کا از خود جا کر مشاہدہ کرے گا اور اپنے بچوں کو بھی دکھائے گا تاکہ ان کا تعلق بھی اپنے اسلاف اور تاریخ کے ساتھ جڑا رہے۔

سید عبدالوہاب شیرازی



معرکہ ہونے کو ہے

حق و باطل کا یہاں اب معرکہ ہونے کو ہے — ہر مجاہد اپنا چہرہ خون سے دھونے کو ہے
یا تو جنت ہی ملے گی ہوگی یا فتح مبین — آسمان بن کر رہیں گے یا تو پھر زیر زمیں
لو شب تاریک گذری ہوگئی آخر سحر — آگیا وہ وقت کردیں شوق سے جانیں نذر
چھا گئے یک لخت دشمن کتنے مٹی کوٹ پر — زور سے تاکہ کریں وہ حملہ بالاکوٹ پر
ناگہاں آمد پر ان کے سب کو حیرت ہوگئی — پھر بھی حضرت کی وجہ سے سب کو ہمت ہوگئی
جو نظر آئی مسلمانوں کو فوج دشمناں — ہوگئے تیار آخر لے کے شمشیر وسناں
کررہے ہیں تیز کتنے اپنی تلواروں کی دھار — آج ٹکرا کے رہیں گے اس جگہ پر نور ونار
اپنی آنکھوں ہر مجاہد نے شہادت دیکھ لی — اور شہادت کے پسِ پردہ ہی جنت دیکھ لی
خوف طاری کچھ نہیں ان کے قلوب پاک پر — ان کا ایماں ہے یہ فرمانِ شہہ لولاک پر
بس حرام اس ذات پر ہوگی جہنم کی یہ نار — جسم پر جس کے پڑے گا راہ مولیٰ کا غبار

1834ء

سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد مجاہدین آزادی نے از سرنو کروٹ لی، اور نیا جذبہ اور حوصلہ لے کر مولانا نصیر الدین منگلوری رحمہ اللہ کی امارت میں مقام عزیمت کی وہ تاریخ اپنے خون سے رقم کی جو آئندہ آنے والے مجاہدین کو آزادی اور حریت کا سبق پڑھاتی ہے۔

لیجیے علاقہ کونش کے صدر مقام ''بٹل'' میں سکھوں کے قلعہ جس کو سنگر کا نام دیا جاتا ہے طوفانی یلغار اور شب خون جس کے نتیجے میں پچاس ساٹھ مجاہدین جام شہادت نوش کرتے ہیں جن کے ہمراہ سپہ سالار حضرت ملا لعل محمد قندھاری رحمہ اللہ شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں جن پر حضرت سید احمد شہید صاحب اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ کو بڑا ناز تھا، آیئے آپ کو اس عظیم سانحہ کی مختصر سی روداد سنائیں۔

مولانا نصیر الدین منگلوری رحمہ اللہ نے مجاہدین سے صلاح مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ بٹل کے مقام پر ایک قلعہ بنانا چاہیئے تاکہ آس پاس کے علاقے کی حفاظت کا انتظام بہتر طریق پر ہوسکے مگر یہ تجویز کچھ التواء میں پڑگئی، سکھوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بٹلو (بٹل) میں ایک مضبوط قلعہ بنایا اور اس میں تین سے چار ہزار جنگ جو بٹھا دیئے اس طرح آس پاس کے علاقے پر ان کا تسلط مستحکم ہوگیا۔

مجاہدین کے لئے اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ انتظار کریں اور جب مناسب موقعہ پیدا ہو تو یورش کر کے اس قلعہ کو مسخر کرلیں۔ اس سلسلے میں یہ خطرہ بھی خاصی اہمیت اختیار کر چکا تھا کہ سکھ کسی وقت بٹلو (بٹل) کے قلعہ سے اٹھ کر شائی خان کے قلعہ پر ہلہ بول دیں۔ لہٰذا درمیانی علاقے میں حفظ ودفاع کے ضروری انتظامات کر لئے گئے۔

کوٹ میں اقامت۔

بٹلو(بٹل) سے شائی خان کی جانب دوکوس کے فاصلہ پر موضع کوٹ تھا۔مولوی نصیرالدین نے مقیم خان کوحکم دیا کہ ایک سوبیس آدمی لے جاواور کوٹ میں ٹھہرو،مقیم خان شائی خان سے چلاتو سیدھا کوٹ کونہ گیا بلکہ شارکول ہوتے ہوئے کوٹ سے کوئی ایک میل آگے لاچھی منگ جا پہنچا،وہاں مشیروں سے پوچھا کہ میں سکھوں پرشبخون مارنا چاہتا ہوں آپ کا مشورہ کیا ہے۔؟مشیروں نے جواب دیا کہ ہم آپ کے ساتھ مارنے مرنے پر تیار ہیں لیکن یہ سوچ لیجئے کہ سکھوں کی جمعیت ہزاروں پر مشتمل ہےاور ہم پورے سوا سوبھی نہیں،بے شک شکست وفتح تھوڑے یا بہت آدمیوں پرموقوف نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے مگر شب خون کے انجام پرخوب غور کر لینا چاہئے،ہوسکتا ہے،ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں اور سکھ ہمارے تعاقب میں نکل پڑیں پھر ہم نہ کوٹ میں ٹھہرسکیں گے اور نہ شائی خان میں۔اگر آپ شب خون ہی پر تُلے بیٹھے ہیں تو کم ازکم مولوی نصیرالدین سے مشورہ کئے بغیر کوئی قدم نہ آٹھایئے۔

چور پہرے۔

چار ہزار کے قلعہ نشین لشکر پرسوا سو آدمیوں کے ساتھ شبخون مارنے کا عزم مقیم خان کی غیر معمولی شجاعت کا ایک کرشمہ تھا مشیروں نے جن خطرات کا اظہار کیا تھا ان کے پیش نظر مقیم خان کے لئے التواء کے سوا چارہ نہ رہا چنانچہ وہ کوٹ میں مقیم ہوگیا اور بٹلو(بٹل) کی سمت میں تین چور پہروں کا انتظام کر دیا۔ایک لاچھی منگ میں،دوسرا باخلہ میں اور تیسرا ہروڑی میں۔شام کو چند مجاہدین ان مقامات پر جابیٹھتے رات وہاں گزارتے اور صبح کی نماز کے بعد کوٹ چلے آتے۔ان چور پہروں کا مقصد یہ تھا کہ سکھوں کی طرف سے معمولی سا بھی مخالفانہ اقدام ہوتو اس کی اطلاع کوٹ کے مجاہدین کوفوراہو جائے۔

سکھوں کی یورش

مقیم خان کو ’’کوٹ‘‘ میں پہونچے ہوئے بارہ تیرہ دن گزرے تھے کہ ایک رات کو’’ہروڑی‘‘ کے چور پہرے والوں میں سے ایک نے دور سینکڑوں روشنیاں دیکھیں اور سمجھ گیا کہ سکھ چھاپہ مارنے کوآرہے ہیں اس نے فورا بندوق داغی اور ساتھی پہرے داروں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ باقی چور پہرے والے اور کوٹ کے مجاہدین ہوشیار ہوگئے۔فجر پڑھ کر وہ بھی پہاڑ کی چوٹی پر جا پہنچے۔سکھ ان سے پچاس ساٹھ قدم نیچے رہ گئے ان سکھوں میں گڑھی کا حبیب اللہ خان بھی تھا جو سکھوں کو بٹلو(بٹل) میں لانے کا ذمہ دار تھا۔مقیم خان نے سید میر خان جمعدار کو حکم دیا کہ چالیس مجاہدین کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر جمے رہو۔اور خود اس نے اسی مجاہدین کو لے کر سکھوں پر حملہ کر دیا۔اسی اثنا میں سکھوں کی ایک گولی مدد خان قندھاری کے سینے میں لگی اور وہ یہ کہتے ہوئے شہید ہوگیا کہ بھائیو میرا کام تمام ہو چکا میرے پاس ٹھہرنے سے کچھ فائدہ نہیں سب آگے بڑھ کر دشمن کو مارو۔مقیم خان نے تین حملے کئے،ہر حملے میں پندرہ بیس سکھ مارے جاتے تھے آخر سکھ پسپا ہو گئے۔

’’گجر‘‘ مجاہد کے نعرے

مجاہدین میں سید میر نام کا ایک ’’گوجر‘‘ بھی شامل تھا وہ پہاڑ کی چوٹی پر دوڑا دوڑا پھرتا تھا،اور بآواز بلند کہتا تھا: مارورے شاباپا ہیودشمن نا (شاباش بھائیو شاباش دشمنوں کو خوب مارو)۔مولوی صاحب بھی کمک لے کر آرہے ہیں۔ایک جگہ جھاڑی میں کچھ سکھ چھپے بیٹھے تھے ان کی گولی سے سید میر شہید ہوگیا۔بالاخر سکھ ناکام واپس چلے گئے۔ملا الہام الدین کے کلے پر زخم آیا۔نور محمد خان قندھاری کی کلائی زخمی ہوئی۔فتح خان ولائتی کے سینے میں اور اکبر علی خان سواتی کی ران میں گولی لگی۔دو ولائتی مجروحوں (زخمیوں) کے نام معلوم نہ ہوسکے۔اس واقعہ کے بعد مولوی نصیرالدین نے حکم دیا کہ پہاڑ کی چوٹی پر ایک برج بنالیا جائے جس میں پچاس مجاہد رہ سکیں،ہر مہینے ان مجاہدین کی تبدیلی ہوتی رہتی تھی۔

پکھلی پر شبخون۔

کچھ دیر بعد مقیم خان ساکن کالا باغ نے مولوی نصیرالدین سے عرض کیا کہ پکھلی پر شبخون کی اجازت دی جائے۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا کہ فاصلہ زیادہ ہے اس لئے چست وچالاک مجاہد چن کر لئے جائیں۔ چنانچہ مقیم خان ڈیڑھ سو مجاہدوں کے ہمراہ شائی خان سے روانہ ہوا اور پہلی منزل ''سنگل کوٹ'' میں کی جو درہ کونش میں ''سادات'' کی بستی ہے اور ''سید قمر علی شاہ'' ان کا رئیس تھا۔ مجاہدین وہاں سے چلے تو اہل میں جا ٹھہرے، تین جاسوس مختلف سمتوں میں بھیج رکھے تھے تاکہ معلوم کر آئیں، کہاں کہاں سکھوں کی جمعیت ہے اور شب خون کے لئے کون کون سے مقامات موزوں ہونگے، خود مقیم خان اہل سے نکلا تو ''کوٹلیاں'' میں جا ٹھہرا جو پکھلی کی سرحد پر واقع ہے۔ تین جاسوسوں میں دو واپس آ گئے اور اطلاع دی کہ شبخون کے لئے کوئی موزوں جگہ نظر نہیں آئی۔ اس لئے کہ سکھوں نے جا بجا قلعے اور چوکیاں بنا رکھی ہیں۔ ہر جگہ خاصی فوج متعین ہے اور عام افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ مجاہدین کا حملہ ہونے والا ہے اس وجہ سے سب لوگ چوکس ہیں اور انہوں نے پہرہ داری کا مکمل انتظام کر رکھا ہے۔



سکھوں سے لڑائی۔

مقیم خان کو شبخون کی جانب سے مایوسی ہوگئی تو فیصلہ کر لیا کہ سرن ندی کے کنارے کنارے گشت کرتے ہوئے چلیں اور ''درہ بھوگڑ منگ'' میں سے ہوتے ہوئے شائی خان پہنچ جائیں۔ چنانچہ وہ روانہ ہوا۔ اچھڑیاں کی بستی میں ایک چشمے کے کنارے مجاہدین کھانا کھانے لگے۔ شنکیاری وہاں سے دو کوس تھا جہاں سکھوں کی فوج کا بڑا مرکز تھا۔

کھانا کھاتے ہوئے ایک مجاہد نے اٹھ کر شنکیاری کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ کچھ آدمی چلے آرہے ہیں، چنانچہ تمام مجاہدین ہتھیار سنبھال کر کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر میں سکھوں کی ایک جمعیت نمودار ہوئی یہ لوگ نوسو کے قریب تھے۔ سوار کم پیادے زیادہ۔ بیچ میں ندی حائل تھی، مجاہدین ندی کے کنارے اوپر کی طرف روانہ ہوئے تاکہ کسی موزوں مقام سے پار اتر کر لڑیں۔ سکھ سمجھے کہ مجاہدین تھوڑے ہونے کی بنیاد پر کچھ گھبرا رہے ہیں، اسی اثنا میں فریقین کی طرف سے گولیاں بھی چل رہی تھیں۔



ایک مقام پر عبدالغفار خان جمعدار ساکن پکھل نے مجاہدین کو پکارا کہ بھائیو دیکھتے کیا ہو آ ؤ ان پر دھاوا بول دیں۔ یہ کہتے ہی عبدالغفار خان ندی میں کود پڑا، پانی کمر سے اوپر تھا تاہم وہ گولیوں کی بارش میں پار اتر گیا باقی مجاہدین نے بھی اس کا ساتھ دیا اور تلواریں کھینچ کر سکھوں پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے۔ بیس پچیس سکھ مارے گئے باقی بدحواس ہوکر بھاگ گئے۔ مجاہدین نے دھڑیال تک ان کا تعاقب کیا وہاں تک ستر اسی سکھ ہلاک ہوئے۔ مجاہدین میں سے کسی کے خراش تک نہ آئی۔ مجاہدین سکھوں کے ہتھیار لے کر لاچھی منگ اور ''سنگل کوٹ'' میں ٹھہرتے ہوئے شائی خان پہنچے۔





بٹل پر حملے کی تیاری۔

بٹلو (بٹل) سے سکھوں کو نکالنے کے لئے پائندہ خان اور مولوی نصیرالدین نے بھیر کنڈ کی جانب پیش قدمی کی تھی جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے لیکن اس سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا لہٰذا اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ براہ راست بٹلو (بٹل) پر حملہ کیا جائے۔ کوٹ میں مجاہدین نے جو مورچے بنائے تھے ان کی غرض بھی یہی تھی چنانچہ مولوی نصیرالدین نے حملے کے لئے تیاری شروع کر دی۔ بٹلو (بٹل) میں سکھوں نے دفاعی انتظامات بہت اچھے کر رکھے تھے۔ مثلاً کوٹ کی طرف بٹلو (بٹل) کے عین سامنے ایک نالہ تھا، یہ بٹلو (بٹل) کی حفاظت کا ایک قدرتی ذریعہ تھا۔ خود بٹلو (بٹل) ایک میدان میں واقع تھا اور اس کی پشت پر پہاڑ کے دامن میں قلعہ تھا۔ قلعے کے آگے ایک اونچی جگہ تھی جس کے اردگرد جنگلی سیوتی اور عناب کے کانٹوں کی باڑھ لگا کر مضبوط سنگر بنالیا گیا تھا۔ اس باڑھ کے بیرونی حصے میں تختے نصب کر دیئے گئے تھے، باڑھ اتنی اونچی تھی کہ اندر کھڑے ہوئے آدمی کا صرف سر نظر آ سکتا تھا، اس میں مشرقی جانب صرف ایک دروازہ تھا گویا یہ اونچی جگہ بھی ایک گڑھی بن گئی تھی۔ سکھوں کی تعداد چار پانچ ہزار سے کم نہ تھی۔ اتنی بڑی جمعیت اور اعلیٰ انتظامات کے ہوتے ہوئے حملہ بہت مشکل تھا۔ تاہم مولوی صاحب نے تیاری کا حکم دے دیا۔ چنانچہ سید قطب شاہ حیدرآبادی دکنی نے بہت سے سینگ اور بھینسوں کی آنتیں بارود سے بھر لیں تاکہ حملے سے قبل انہیں آگ دے کر سکھوں پر پھینک سکیں۔ متعدد زینے بھی بنالئے تاکہ حملے کے وقت انہیں باڑھ کے ساتھ لگا کر سنگر کے اندر پہنچ سکیں۔

کوٹ سے روانگی۔

تیاریاں مکمل ہوگئیں تو مولوی صاحب نے مجاہدین میں گولہ بارود تقسیم کردیا وہ سب چار سو کے لگ بھگ تھے۔ کوٹ میں جو چیزیں موجود تھیں وہ سب پیر مبارک علی جھنجھانوی اور فتح محمد سہارن پوری کے حوالے کردیں کہ شائی خان لے جائیں۔

گویا مولوی صاحب ایک فیصلہ کن حملے کا فیصلہ کر چکے تھے جس میں اندیشہ تھا کہ ممکن ہے کہ سکھوں کے جوابی حملے کی وجہ سے کوٹ خطرے میں پڑ جائے۔ عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں سر برہنہ ہوکر دعا کی کہ جس کام کے لئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے پورا کرنے کی توفیق دے اور استقامت نصیب کرے، مجاہدین کو تاکید کی کہ گناہوں سے تائب ہوکر مغفرت کی دعائیں مانگو۔

عشاء کے بعد کمر بندی کا حکم دے دیا گیا، چلنے لگے تو فرمایا بھائیو! اب کوئی فضول بات زبان سے نہ نکالو، صوف سورہ قریش کا ورد جاری رکھو، خود مولوی صاحب خچر پر سوار ہوئے مجاہدین پیادہ تھے۔

ابتدائی حملہ۔

چلتے چلتے نالے پر پہنچے جس میں کمر تک پانی تھا وہاں سے تقریباً نصف کوس سنگر تھا اسے بائیں جانب چھوڑ کر پہاڑ پر چڑھنے لگے، تاکہ اوپر سے اتر کر حملہ کریں، جب مجاہدین چڑھتے چڑھتے سنگر کے محاذ میں میں پہنچ گئے تو سب نے اول وقت نماز ادا کی آگے بڑھے تو پچاس ساٹھ سکھ نظر آئے جو سنگر سے نکل کر آرہے تھے مگر اندھیرے کی وجہ سے کسی نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا، ایک سکھ نے پنجابی میں پوچھا تم کس کے ڈیرے سے آرہے ہو۔؟ ایک ہندوستانی نے جواب دیا تو کیا کہتا ہے؟ یہ سن کر سب سکھ مجاہدین آگئے مجاہدین آگئے کہتے ہوئے سنگر کی طرف بھاگے۔

مجاہدین بلند آواز سے تکبیر کہہ کر حملہ آور ہوئے سنگر وہاں سے کوئی نصف میل تھا، سکھ بندوقیں لے کر تیار ہوگئے اور گولیاں برسانے لگے، لیکن مجاہدین ایک لمحے کے لئے بھی نہ رکے، ملا لعل محمد قندھاری اور میر قندھاری نے گولیوں کی بوچھاڑ میں اپنا نشان سنگر کی ”باڑھ“ پر جا کر گاڑھا، باقی نشانہ

بردار بھی آگئے، پیچھے اپنے نشان وہیں پہنچا دیئے اس حملے میں پندرہ سولہ مجاہدین شہادت پا گئے۔

مجاہدین کی پریشانی

اس موقع پر مجاہدین کو اس وجہ سے سخت پریشانی ہوئی کہ وہ باڑ سے کود کر اندر نہ جا سکتے تھے، اس مقصد کے لئے قطب شاہ حیدر آبادی نے جو سامان تیار کیا تھا یعنی بارود سے بھرے ہوئے سینگ اور بارود سے بھری ہوئے آنتیں وہ سب پہاڑ ہی پر رہ گئی تھیں۔ حملہ اس طرح آناً فاناً ہوا تھا کہ عجلت میں یہ سامان ساتھ نہ لیا جا سکا، سکھ سنگر کے اندر بیٹھ گئے اور مجاہدین کی گولیوں سے بڑی حد تک محفوظ ہوگئے لیکن خود مجاہدین ہر سمت سے گولیوں کا ہدف بنے ہوئے تھے اور ان کے گرد و پیش کوئی اوٹ نہ تھی، پہاڑ پر سے سینگ وغیرہ دوسرا سامان لانا ممکن نہ تھا، قطب شاہ نے باڑ کاٹنے کا چھرا اٹھایا اور ایک مقام سے باڑ کاٹنے لگے مگر کوئی بھی تدبیر موثر نہ ہوئی، خود مولوی صاحب پہاڑ کی اونچائی پر کھڑے لڑائی کا حال دیکھ رہے تھے عبداللہ خرد اور شیخ فتح علی عظیم آبادی ان کے پاس تھے۔

ملا لعل محمد رحمہ اللہ کی شہادت۔

مجاہدین کی خاصی بڑی تعداد شہید ہو چکی تھی سکھوں کی گولیاں برس رہی تھیں، یہ حال دیکھ کر ایک جماعت سنگر سے تھوڑے فاصلے پر ٹھٹک کر رہ گئی، ملا لعل محمد قندھاری نے لاٹھی اٹھائی اور ان لوگوں کو سنگر پر حملے کا حکم دینے کے لئے پلٹے، عین اس وقت ان کے قلب مبارک پر گولی لگی اور شہید ہوگئے، مولوی صاحب کے ہمراہیوں میں ملا لعل محمد قندھاری کو وہی درجہ حاصل تھا جو سید صاحب کے رفقاء میں شاہ اسمٰعیل شہید کو حاصل تھا۔ مجاہدین کیلئے یہ بڑا نقصان تھا، ملا موصوف نے اس زمانے سید صاحب کی رفاقت اختیار کی تھی جب آپ جہاد کے ارادہ سے کابل کی طرف روانہ ہوئے تھے، کم از کم چھ سات سال مجاہدین کے روح رواں بنے رہے۔ اکثر قندھار سے کابل لڑائیوں میں انہیں سبقت کا شرف حاصل رہا۔ بہت جواں مرد اور صالح بزرگ تھے، جنگ مردان کے بعد شاہ اسمٰعیل نے دو مجاہدوں کے کارناموں کو قابل ذکر قرار دیا تھا ایک مولوی مطہر علی عظیم آبادی کہ آغاز جنگ ہی میں گولی کا نشانہ بنے،

لیکن یہ واقعہ کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا گولی کھا کر زمیں پر اس انداز سے بیٹھ گئے گویا پاوں میں کانٹا چبھ گیا ہو، تمام رفیقوں کو پکار پکار کر کہہ رہے تھے تم چلو میں ابھی آتا ہوں، دوسرے مجاہد ملا لعل محمد قندھاری تھے، مردان کے ایک بُرج سے برابر گولیوں کی بارش ہو رہی تھی۔ ملا لعل محمد اس کے پاس پہونچ گئے تھے اور ساتھیوں کو پشتو میں حکم دیا سیڑھی لاو سیڑھی لاو۔ حالانکہ وہاں کوئی سیڑھی نہ تھی، بُرج والوں نے سمجھا کہ مجاہدین اوپر چڑھتے ہی ان کا خاتمہ کردیں گے، لہٰذا انہوں نے ہتھیار نیچے پھینک دیئے اور اپنے آپ کو حوالے کردیا۔

اس کتاب کے دسویں باب میں ہے کہ علاقہ الائی کے لوگوں سے جنگ میں ملا صاحب کو کلائی پر گولی لگی تھی کسی مجاہد نے کہہ دیا کہ ملا موصوف کو گولی لگی ہے تو موصوف نے اس کے تھپڑ مارتے ہوئے کہا ایسی بات کیوں کہتا ہے جس سے ساتھیوں میں خوف پیدا ہو؟ موصوف نے سید صاحب کی رفاقت اختیار کرنے کے بعد زندگی کا ایک ایک لمحہ جہاد فی سبیل اللہ میں گزارا اور وطن سے ہزاروں میل دور عالم غربت میں شہادت پائی، رحمہ اللہ۔

قطب شاہ کی مردانگی

ملا لعل محمد کی شہادت کے ساتھ ہی قطب شاہ کے شانے پر گولہ لگا اور تلوار کا سا زخم ہو گیا۔ نیچے کا گوشت نیچے لٹک رہا تھا اور اوپر کا اوپر چڑھ گیا تھا، انہوں نے پانی مانگا، ملا الہام الدین پاس کھڑے تھے لیکن نہ پانی نزدیک تھا نہ ساتھ کوئی برتن تھا وہ گولیوں کی بارش میں نالے کی طرف دوڑے اپنی چادر پانی میں بھگو لائے اور نچوڑ کر پانی قطب شاہ کے منہ میں ٹپکایا، دو گھونٹ حلق سے اترتے ہی شدید زخم کے باوجود اٹھے اور اپنا چھرا ہاتھ میں لئے مولوی نصیر الدین کے پاس پہونچ گئے۔ اس وقت تک پچاس مجاہد شہید ہو چکے تھے اور ستر زخمی ہو گئے تھے، مولوی صاحب نے جب یہ نقشہ دیکھا تو شمشیر و علم لے کر چلے کہ اب ہمارا تنہا رہنا بالکل بیکار ہے جہاں ہمارے بھائی شہید ہوئے وہیں ہم بھی شہید ہوں گے، شیخ فتح علی اور عبداللہ دونوں روکنے کے لئے ان سے لپٹ گئے مگر مولوی صاحب نہ رکے۔ شیخ وزیر پھلتی نے

انہیں آتے دیکھا تو قرابین کندھے پر ڈال کر دوڑ پڑے۔ مولوی صاحب کا راستہ روک لیا اور کہا آپ کہاں جاتے ہیں؟ آپ ہی کے دم سے یہ انتظام قائم ہے۔ ہم لوگ کتنی ہی تعداد میں شہید ہو جائیں کچھ حرج نہیں آپ کے نہ ہونے سے جہاد کا پورا کاروبار درہم برہم ہو جائے گا غرض شیخ موصوف بزور انہیں پھر پیچھے لے گئے۔

مجاہدین کی ایک تدبیر۔

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سکھ گولیاں پھینکتے پھینکتے تھک چکے تھے اور ہانڈیاں، گھڑے، پتھر، لکڑیاں جو کچھ ان کے ہاتھ آتا مجاہدین پر پھینکتے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اب سنگر کے اندر پہنچنا مشکل ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ہم لوگ پیچھے ہٹیں سکھ ہمیں پسپا ہوتے دیکھ کر تعاقب میں نکلیں گے جب وہ خاصی تعداد میں باہر آ جائیں تو فوراً پلٹ کر ان پر حملہ کر دیا جائے۔ اس منصوبے پر عمل ہوا۔ جب سکھ سو، سوا سو قدم سنگر سے باہر آ گئے تو مولوی صاحب نے بلند آواز سے تکبیر کہتے ہوئے حکم دیا کہ بھائیو اب ہلہ کر کے انہیں ختم کر ڈالو۔ چنانچہ مجاہدین اللہ اکبر کہتے ہوئے تلواریں سونت کر ان پر جا پڑے۔ اس ہلے میں بھی بہت سے سکھ مارے گئے۔ باقی پھر بھاگ کر سنگر میں داخل ہو گئے۔ جو گڑھی کے قریب تھے وہ گڑھی میں چلے گئے۔

مجاہدین کی واپسی۔

اس آخری حملے کے بعد مولوی صاحب نے واپسی کا حکم دیدیا چنانچہ وہ بٹل سے چلے اور لاچھی منگ کے قبرستان میں پہنچ کر ظہر کی نماز ادا کی عصر کو اپنے مرکز کوٹ میں داخل ہو گئے۔ جنگ کے متعلق مفصل حالات شیخ ولی محمد امیر جماعت کے پاس شائی خان بھیج دی تھیں۔ اگلے روز وہاں سے رسد کا سامان آ گیا۔ مولوی صاحب نے برج کی مرمت کرا کر پچاس مجاہدین کی جماعت اس میں متعین کردی۔ تیسرے روز بٹل کی طرف سے دھوئیں کے بادل اٹھتے ہوئے نظر آئے مولوی صاحب نے پچاس مجاہدین کو تفتیش احوال کے لئے بھیجا تو معلوم ہوا کہ سکھوں نے سنگر کو آگ لگا دی اور خود قلعہ چھوڑ کر شنکیاری چلے گئے۔



نقصان کی تفصیلات۔

ابتدا میں اندازہ تھا کہ لڑائی میں کم وبیش سات سو سکھ مارے گئے بعد میں قرب وجوار کے مقامی لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ تعداد چار سو سے زیادہ نہ تھی۔عبداللہ نامی نومسلم سکھ نے بھی اس کی تصدیق کی وہ اسلام لانے سے پہلے مجاہدین کے خلاف لڑتا تھا۔مسلمان ہوکر شیخ ولی محمد کے قافلے کے ساتھ سندھ پہنچا۔سید عبدالرحمان جو سید صاحب کے بھانجے تھے نے اس کے لئے سفرحج کا انتظام کردیا باقی عمراس نے حرمین شریفین ہی میں گزاری۔

لڑائی کا نتیجہ۔

اوپر بتایا جاچکا ہے کہ مجاہد شہیدوں کی تعداد پچاس سے کچھ اوپر تھے ان میں سے مندرجہ ذیل کے سوا کسی کا نام معلوم نہ سکا۔

ملالعل محمد قندھاری، برکات مظفرآبادی، عطامحمد مظفرآبادی، عبدالستار پشاوری، شاہین خان مشوانی ساکن علاقہ گنگر نزد تربیلا، رحیم بخش، میر مردان علی میرٹھی۔بعد میں معلوم ہوا کہ سکھوں نے گڑھی اور سنگر کے درمیان ایک لمبی سی قبر کھود کر تمام شہیدوں کو اس میں دفن کرادیا تھا۔سکھوں کے ساتھی مسلمانوں نے بتایا کہ یہی مجاہدوں کا گنج شہیداں ہے۔ملالعل محمد قندہاری کے ساتھ تینتیس آدمی تھے ان میں سے اکتیس بٹل میں ہی شہید ہوئے صرف لال میر خان اور زرمحمد کوہاٹی زندہ بچے۔

تقریباً ستر مجاہد زخمی ہوئے تھے وہ بفضل خدا چند روز میں اچھے ہوگئے تھے۔دیشان اور اگرور کے قیام میں مجاہدین نے جو لڑائیاں کیں ان میں سے بٹل کی لڑائی سب سے زیادہ خونریز تھی۔مجاہدین کا مقصد یہ تھا کہ سکھ بٹل سے نکل جائیں۔لڑائی سے یہ مقصد پورا ہوگیا۔اگرچہ مجاہدین کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔سید صاحب کی ترتیبات جہاد کا موقع محل اور وقت ایسا تھا کہ تدبیر سے زیادہ شجاعت اور مردانگی کی ضرورت تھی۔بٹل کی لڑائی میں اگرچہ تدبیر نظرانداز نہ ہوئی تاہم یہ مجاہدین کی شجاعت ہی کا ایک قابل فخر کارنامہ تھی۔اگر انہیں پائندہ خان کی بدعہدی سے سابقہ نہ پڑتا تو یقین تھا کہ وہ بہت جلد ضلع ہزارہ میں ایک مستحکم محاذ جہاد قائم کرلیتے۔چند سال بعد رنجیت سنگھ کی موت کے بعد سکھوں کی حکومت میں خوفناک ابتری پھیل گئی۔اگر اس موقع پر مجاہدین کا محاذ موجود ہوتا تو اغلب تھا کہ وہ پورے سرحدی علاقے کو قبضہ میں لے آتے اور اس قصے کی صد سالہ سرگزشت کا اسلوب بالکل مختلف ہوتا لیکن اب اس کے سوا کیا کیا جاسکتا ہے کہ تاریخ کے اوراق میں اس طرح کے ہزاروں واقعات درج نہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

خاک وخون میں لوٹنے کی کیا عمدہ مثال پیش کرگئے۔ان پاکباز عاشقوں پر اللہ رحمت کرے۔

خون خورد او کوہ و کہسار ریخت

لیک تخم حریت در ہند بیخت

اپنے خون سے جنگلوں کو رنگین کر گئے مگر ہندوستان میں آزادی کی بنیاد رکھ گئے۔

خون سے سیراب ہو گئی میری زمین

ہوگئی سیراب خوں سے آہ یہ میری زمیں — میں نے دیکھا جو بھی منظر میں بتا سکتا نہیں
رشک کے قابل ہے وہ کہ جس نے حق پر جان دی — پی لیا جامِ شہادت مسکرا کر جان دی
یہ مبارک ہستیاں جامِ شہادت پی گئیں — جان دیدی حق پہ سب نے اور حق پر جی گئیں
کوئی ان کے کارناموں کو مٹا سکتا نہیں — بھولنا چاہے اگر پھر بھی بھلا سکتا نہیں
خون کا ہر قطرہ ان کا رنگ لائے گا ضرور — اپنی محنت کا صلہ ہر ایک پائے گا ضرور
تھی تمنا جو بھی ان کی ان کو حاصل ہوگئی — رحمت حق سے ہر اک کی روح واصل ہوگئی
جان دے کر حق پہ تم کو دے گئے درسِ حیات — کر دیا ہے ان سبھوں نے حق سے روشن کائنات
خون کا ہر قطرہ کہتا ہے زبانِ حال سے — نکلو تم للہ قیل وقال کے جنجال سے
شوکت وقوت ہے کیا یہ مال وزر کچھ بھی نہیں — بے خدا شام وسحر علم وہنر کچھ بھی نہیں
زندگی وہ موت ہے جس میں نہ ہوں قربانیاں — ہیچ ہے یہ عیش کوشی، ہیچ تن آسانیاں
موت کی مانند جانو مت شہادت تم کبھی — اس کی سمجھا ہے نہ سمجھو گے حقیقت تم کبھی
زندگی ہے یہ شہادت اور ایسی زندگی — جس کو حاصل ہے سنو دونوں جہاں تابندگی

داخلی چنارکوٹ کی غیر آبادی کے حقیقی اسباب

اصل حقیقت یہ ہے کہ سادات چنارکوٹ نے سید احمد شہید کی تحریک کے مجاہدین کا ساتھ دیا تھا۔ سکھوں کے عہد میں ''سادات داخلی چنارکوٹ'' پر قابض رہے، لیکن جب مجاہدین نے دریائے سندھ کو عبور کر کے علاقہ نندھیاڑ میں ڈیرے ڈالے تو سادات چنارکوٹ، سنگل کوٹ نے مجاہدین کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس وقت سید قمر علی شاہ ساکن سنگل کوٹ علاقہ کے رئیس تھے۔ جب بھی مجاہدین ''کوٹ'' سے قلعہ بٹل، شنکیاری اور پکھلی پر حملہ آور ہوتے، سنگل کوٹ جو کہ نہایت ہی بلندی کی جگہ پر واقع ہے مجاہدین کی تواضع کرتا، جب مجاہدین پکھلی پر حملہ آور ہوتے تو جاتے وقت بھی اور آتے وقت بھی سنگل کوٹ ان کا پڑاؤ ہوتا اور سادات سنگل کوٹ سکھوں کے مقابلے میں بڑی صفائی کے ساتھ عشر بھی مجاہدین کو ادا کرتے اور مجاہدین کی خوب تواضع کرتے۔

غلام رسول مہر کی کتاب ''سرگزشت مجاہدین'' صفحہ ۸۳ (طبع شیخ غلام اینڈ سنز لاہور) اور داؤد کوثر کی کتاب ''مجاہدین ہزارہ'' صفحہ ۳۴ (1980 ایبٹ آباد) میں ''سنگل کوٹ'' اور ''اہل'' کا ذکر موجود ہے۔

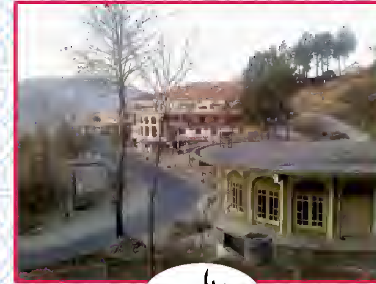
گاؤں چنارکوٹ کی تباہی اور پھر آبادی

جب مجاہدین کو بمقام بالاکوٹ یکم مئی 1831ء میں شکست ہوگئی اور مجاہدین پنجتار چلے گئے تو اس علاقے میں سکھوں نے ان تمام لوگوں سے انتقام لینا شروع کر دیا جنھوں نے مجاہدین کی کھل کر حمایت کی تھی۔ چنانچہ ''داخلی چنارکوٹ'' کے تمام لوگ علاقہ چھوڑ کر یاغستان چلے گئے جہاں سکھوں کی عملداری نہ تھی۔ یہ تمام گاؤں سکھوں نے منہدم کر دیئے۔ 1846ء تک داخلی چنارکوٹ کے تمام گاؤں منہدم رہے، جب 1846ء میں سکھوں کو انگریز کے ہاتھوں شکست ہوگئی تو تب یہ پوری آبادی ''ٹکری'' سے واپس آ کر آباد ہوئی اور شاہ حسن نے ''ملی'' کو، اور شاہ حسین نے ''چنارکوٹ'' کو جبکہ احمد شاہ وقمر علی شاہ نے ''سنگل کوٹ'' کو آباد کیا۔

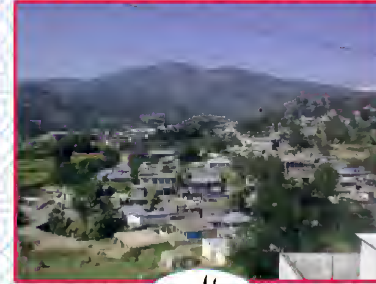
1872ء میں جو ریکارڈ انگریزوں نے مرتب کیا اس میں چنار کوٹ کے کالم متعلقہ قوم سنگل کوٹ میں لکھا ہے یہ قوم کے ''سید'' ہیں اور پیر سعادت شاہ کی اولاد ہیں۔

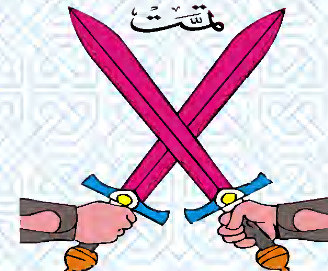
(تفصیل امورات عامہ متعلقہ کل دیہہ، تنقیحات متعلقہ ملکیت دیہہ چنار کوٹ ۱۸۷۲ء۔ اور دیکھئے کالم متعلقہ قوم سید سنگل کوٹ، چنار کوٹ، لمی۔


چنارکوٹ

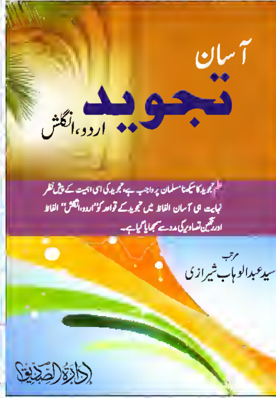

اہل

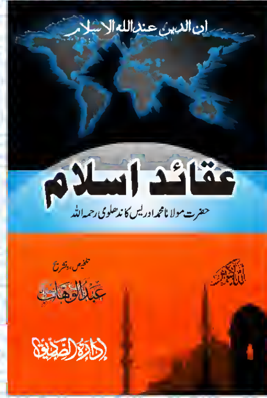

اچھڑیاں


بٹل

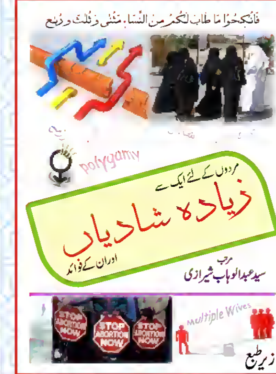
















اپنے موبائل پر بالکل مفت، دینی مسائل، احادیث، اسلامی معلومات وغیرہ حاصل کرنے کے لئے ابھی رائٹ میسج میں جاکر **FOLLOW NUKTA313** لکھیں اور 9900 پر بھیج دیں، جو میسج آئے اس کے جواب میں اپنا نام لکھ کر ری پلے کردیں یا 9900 پر بھیج دیں۔

پہلی دفعہ صرف 0.61 پیسہ چارجز ہیں پھر ہمیشہ فری اسلامی میسج ملیں گے۔